مشہور فلاسفۂ یونان کے فلسفیانہ افکار کا شرعی جائزہ

Thoughts of Greek Philosophers in the Light of Islamic Sharīa'

مقالہ نگار: شمس الدین
پی ایچ ڈی سکالر شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان
profshams2@gmail.com

معاون مقالہ نگار: ڈاکٹر قاری واحد بخش
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

ABSTRACT

Greek philosophers have achieved numerous successes in the field of mathematics, physics, politics and ethics. This is a fact which cannot be denied. However, they made many mistakes in their ideas about metaphysical thoughts. It is because they tried to prove those creeds with the help of reason, while reason can be used only for those things which can be seen, felt and proved with experiments. It is because reason is subordinated to senses and thus metaphysical creeds cannot be proved with reason. To understand these dogmatic beliefs we need revelation (waḥi), while Greek philosophers consider revelation against their established rules. The main mistake of the Greek philosophers is that they run rational horse even in the field of theology and did not think that there are many things around us that are before us every time. The real condition of those things no philosopher has been able to tell so far. For example: about the air, fire, water and soil, someone says that these are simple elements, while someone tells that these are compounds. About the reason and human soul what one philosopher says the other rejects it. Although the intellect and soul are present with us at all times. The universe and its bodies, about the reality of which these philosophers are differing, used every time. So how can these philosophers have access to the mysteries of theology and metaphysics, when they are in a state of ignorance about these worldly things?

Keywords: Numerous, Metaphysical, Creeds, Reason, Experiments, Dogmatic, Revelation, Compound.

اہل یونان کا تاریخی پس منظر

اہل یونان اُن آٹھ قوموں میں سے ایک ہیں، جو علم اور استنباط میں مشغول رہے اور اپنی تحقیقات سے دنیا کو متاثر کیا اور وہ آٹھ قومیں یہ ہیں: اہل ہند، اہل فارس، کلدانی، یونانی، اہل روم، اہل مصر، عرب اور عبرانی۔ یونانیوں کا اعتقاد ہے کہ وہ اس جزیرہ کے اصلی باشندے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ یہاں ایشیا سے آئے تھے۔ اٹھویں اور ساتویں صدی (قبل میلاد) میں جنگوں کی وجہ سے یہ

لوگ منتشر ہوئے۔ بعض مغرب کی طرف گئے، وہاں پر جنوبی اٹلی جس کو رومی یونان کبریٰ کہتے ہیں، صقلیہ، اندلس اور جنوبی فرانس کو آباد کیا۔ بعض نے جنوب کا ارادہ کیا اور قبرص، مصر اور شمالی افریقہ میں آباد ہوئے۔ اس زمانے میں بعض دوری قبائل نے نہر باسفور کے کنارے دو شہر آباد کئے۔ ایک مشرقی کنارے پر جس کو خلقیدونیہ (اشقودرہ) کہا جاتا ہے اور ایک مغربی کنارے پر جو بیزنطیہ (استانبول) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تمام شہر اور نوآبادیات جو بحر متوسط میں مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے تھے سیاست اور خود مختاری میں مستقل تھے، لیکن قومیت، زبان اور دین کے اعتبار سے ملکِ یونان نے ان کو متحد کیا تھا اور ان تمام علاقوں کو یونان کہا جاتا تھا([1])۔

یونان کا محل وقوع

جمال الدین قفطی نے بلاد یونان کے حدود اربعہ کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے ایک دھندلی سی تصویر سامنے آجاتی ہے، اگرچہ موجودہ زمانہ میں اس کا تعین دشوار ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وَكَانَتْ بلاد يونان فِي الربع الغربي الشمالي من الأرض فحدها من جهة الجنوب البحرالرومي والثغور الشامية والثغور الجزرية ومن جهة الشمال بلادااللان وَمَا حاذاها من ممالك الشمال ومن جهة المغرب تخوك بلاد اليمانية الَّتِي قاعدتها مدينة رومية من جهة المشرق تخوم بلاد أرمينية وباب الأبواب والخليج المعترض مَا بَيْنَ بحر الروم وبحر نيطس الشمال يتوسط بلاد اليونانيين ([2])۔

"بلادِیونان زمین کے شمال مغرب کے چوتھائی میں واقع ہے۔ جنوب کی طرف سے اس کی حد بحر رومی، سرحد شام، سرحد جزریہ ہے۔ شمال کی طرف سے ملک لان اور شمالی ممالک اس کے محاذات میں ہیں۔ مغرب کی طرف سے بلاد یمانیہ کی انتہاء ہے جس کا صدر مقام مدینہ روم ہے اور مشرق کی طرف سے بلاد اُرمینیا، باب الابواب کی انتہاء ہے۔ اور وہ خلیج جو بحر روم کے اور بحر نیطس شمالی کے درمیان عرضاً واقع ہے، وہ بلاد یونان کے وسط میں واقع ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اس کا حدود اربعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> Greece, occupying the southernmost extension of the Balkan Peninsula. Along its northern border, from west to east, lie Albania, Macedonia(the former Yugoslav Republic of Macedonia), and Bulgaria: to the east is Turkey. The Greek mainland is a peninsula bounded by the Lonian [Ionian] Sea to the west, the Mediterranean Sea to the south, and the Aegean Sea to the east([3]).

"بلادِیونان جزیرہ نمائے بلقان کے انتہائے جنوب کے پھیلاؤ پر واقع ہے۔ اس کے شمالی سرحد کے ساتھ، مشرق سے مغرب تک، البانیہ، مقدونیہ (سابقہ یوگوسلاویہ ریپبلک آف مقدونیہ) اور بلغاریہ اور مشرق میں ترکی ہے۔ یونان کی اکثر زمین جزیرہ نما ہے، جس کی اس طرح قدرتی طور پر حد بندی کی گئی ہے کہ مغرب میں ایونی سمندر، جنوب میں بحر متوسط، مشرق میں سمندر ایجین ہے"۔

یونان اور روم دونوں جزیرہ نما ہیں۔ یونان کا محل وقوع ۲۰۔ ۲۵ درجہ مشرقی طول بلد اور ۳۵۔ ۴۵ درجہ شمالی عرض بلد ہے۔ اور روم کا ۱۰۔ ۱۸ درجہ مشرقی طول بلد اور ۴۰۔ ۴۵ درجہ شمالی عرض بلد ہے۔ یونان کے مشرق میں بحرِ ایجین ہے اور بحرِ ایجین کے مشرقی ساحل پر ترکی ہے۔ یونان کے شمال مشرق میں بلغاریہ، شمال مغرب میں البانیہ اور بیچ میں یوگوسلاویہ ہے۔ جنوب کی طرف بحرِ متوسط (Mediterranean Sea) ہے اور مغرب کی طرف بحرِ ایونی (Adriatic Sea) ہے۔ اسی سمندر کے مغربی ساحل پر اٹلی (Italy) ہے، یہی روم ہے، اس کا دار السلطنت روما ہے، جو جزیرہ نما کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور یونان کا دار السلطنت ایتھنز (Athens) ہے، جس کا عربی لفظ "آتینا" ہے (4)۔ یہ دونوں جزیرے قدیم زمانے میں علم و حکمت اور فلسفہ کے گہوارے تھے۔ ان دونوں جزیروں بلکہ ان کے ساتھ ملے ہوئے دوسرے چھوٹے چھوٹے جزیروں کے حکماء کو حکمائے روم بھی کہتے ہیں اور حکمائے یونان بھی۔

یونان کی وجہ تسمیہ

یوناہ (Jonah) بائبل میں یونس کا لفظ ہے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے نگلنے کا واقعہ اور پھر ساحل پر اُگل دینے کا واقعہ بائبل میں یوناہ نبی کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اور حضرت یونس علیہ السلام اہل نینویٰ کی طرف بھیجے گئے تھے جو عراق کا شہر تھا اب اس کا وجود نہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام یونان کے باشندے ہوں اور اہل نینویٰ کی طرف مبعوث کئے گئے ہوں اور یہ جزیرہ نما آپ ہی کے نامِ گرامی سے موسوم ہوا ہو (5)۔ محمد حنیف گنگوہی لکھتے ہیں: کہ یونان ارضِ روم کے چند اماکن کا مجموعہ ہے جس میں بہت سی بستیاں اور شہر شامل ہیں۔ حکماءِ یونانیین کا منشاء و ماویٰ یہی سر زمین ہے، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہاں جو چیز یاد کر لی جاتی، وہ کبھی فراموش نہ ہوتی تھی۔ سقراط حکیم استاد افلاطون، ارسطا طالیس، بطلیموس، بلیناس صاحب طلسمات اور حکیم جالینوس وغیرہ اس کی طرف منسوب ہیں (6)۔ لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ اُس وقت کے یونان کے حدود میں بہت وسعت تھی جس میں فلسفہ پیدا ہو، جوان ہوا اور پختہ ہوا۔ موجودہ یونان کا رقبہ جس کو عالمی نقشہ میں گریک کے لفظ سے ظاہر کیا جاتا ہے، پرانے رقبہ سے بہت کم ہے۔ چنانچہ أحمد أمین و زکی نجیب محمود لکھتے ہیں: ونحن إذا ذكرنا هذا الاسم في هذاالمقام لا نقصر هذا الاسم علي هذه البلاد التي تسمى به اليوم فحسب، إنما نصيف اليها المستعمرات اليونانية- وهي في الواقع مهد الفلسفة،فقد بسط اليونان نفوذهم ونشروا سلطانهم في آسيا الصغرى وجزيرة الصقلية وجنوبي إيطاليا وجزء من شمال أفريقيا (7)۔ "جب ہم نے اس مقام پر اس نام کا ذکر کیا تو اس نام کا اطلاق صرف ان شہروں پر نہیں جن پر آج اس نام کا اطلاق کیا جاتا ہے بلکہ ہم ان کے ساتھ یونانی نو آبادیات کا بھی اضافہ کرتے ہیں جو حقیقت میں فلسفہ کی گود تھے۔ کیوں کہ اہلِ یونان نے اپنی سلطنت کو ایشیائے کوچک (موجودہ ترکی)، جزیرہ صقلیہ، جنوبی اٹلی اور شمالی افریقہ کے کچھ حصوں تک پھیلایا تھا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: کہ یونیا یا اَیونیا (IONIN) بحرِ ایجین کے ساحل پر ایشیائے کوچک کے مغربی جانب چند جزیروں پر مشتمل

ایک صوبہ تھا۔ قدیم یونانی قبائل میں ایک قبیلہ کے نام کی وجہ سے اسے یونیا کہتے ہیں۔ اس میں بارہ شہر تھے اور ہر شہر کا مستقل الگ جمہوری حاکم ہوتا تھا، لیکن مشترکہ مفاد کی وجہ سے وہ متحد تھے۔ مشہور شہروں میں افسوس، ساموس (ساميا) اور میلیتوس تھے ([8])۔ چوں کہ ان لوگوں کا اہم مشغلہ فلسفہ تھا اس لئے فلسفہ کی نسبت اس صوبے کی طرف کی جاتی ہے کہا جاتا تھا کہ **فلسفۂ یونیہ** جو کثرت استعمال کی وجہ سے آج فلسفہ یونانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس علاقے میں بڑے بڑے فلاسفہ پیدا ہوئے جو علم و فن کی تاریخ میں اپنا نام ثبت کر گئے۔

افکار و نظریات

فلاسفۂ یونان نے الٰہیات کے مسائل کو بھی عقل سے حل کرنا چاہا، حالاں کہ جن باتوں تک حواس نہ پہنچ سکیں وہاں تک عقل کا پہنچنا بھی مشکل ہے کیوں کہ عقل حواس کے تابع ہے۔ سطورِ ذیل میں چندان مسائلِ الٰہیات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے حل کرنے کی انہوں نے اپنی سی کوشش کی ہے لیکن وہ صحیح فیصلہ تک نہیں پہنچ سکے کیوں کہ یہ وحی کا میدان ہے۔

ا۔ کائنات کی حقیقت کیا ہے؟

ایس۔ای۔فروسٹ نے "عظیم فلاسفہ کی بنیادی تعلیمات" یا نظریات کو ایک تحقیقی کتاب کی شکل میں پیش کیا ہے اس نے کائنات کی حقیقت کے بارے میں مختلف فلاسفہ کے نظریات کو جمع کیا ہے۔ ان فلاسفہ میں سب سے پہلے تھیلیز (Thales) ہے، جو قدیم یونان کے ملیطس میں تقریباً چھ سو قبل مسیح میں گزرا ہے۔ ایس۔ای فروسٹ نے کائنات کی حقیقت کے بارے میں اس کا نظریہ یوں لکھا ہے:

He told his neighbors that water was the original stuff. "He saw water turning into a solid, ice, when it was frozen, and into air, steam, when heated. ([9]).

"اس نے اپنے پڑوسیوں کو بتایا کہ پانی (کائنات کا) اصلی مادہ ہے۔ کیوں کہ اس نے دیکھا کہ پانی ٹھوس برف میں تبدیل ہوتا ہے، جب اس کو منجمد کیا جائے تو ہوا اور بخارات میں تبدیل ہوتا ہے جب اس کو گرم کیا جائے"۔ شہرستانی نے بھی تالیس (تھیلیز) کے یہی خیالات نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ وہ اس عنصر یعنی پانی کو اول و آخر یعنی ازلی و ابدی سمجھتا تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ومن العجب أنه نقل عنه أن المبدع الأول هو الماء...وكان يقول: إن هذا العنصر الذي هو أول وهو آخر([10])۔ "اور یہ عجیب بات ہے کہ اس سے یہ منقول ہے کہ مبدعِ اوّل (سب سے پہلے پیدا کی گئی چیز) پانی ہے۔۔۔ اور وہ کہا کرتا تھا کہ یہ عنصر اول بھی ہے اور آخر بھی۔ یعنی فنا کے بعد ہر چیز پانی ہو جائے گا"۔

کچھ عرصہ بعد اسی ملیطس کا دوسرا فلاسفر اناکسی میںڈر (ANAXIMANDER) ایک دوسرا نظریہ پیش کرتا ہے کہ کائنات کا اصل ایک زندہ مادہ ہے جس کو وہ "لا محدود" کا نام دیتا ہے، جس سے کائنات کی تخلیق ہوئی ہے۔

In the beginning, he told his fellows, this mass, this "infinite," was whole, not broken into pieces. But it contained "motion." This motion caused it to begin to move up and down. ([11])

ملیطس کا ایک تیسرا فلاسفر اناکسی مینس(ANAXIMINES)اپنے پیش رو فلاسفہ کے نظریات سے مطمئن نہیں تھا۔اس نے کہا کہ کائنات کا اصل مادہ "ہَوا" ہے، کیوں کہ جانور اور انسان سب سانس لیتے ہیں، جس کے ذریعہ گوشت، ہڈیاں اور خون بنتا ہے۔ چنانچہ **فروسٹ** نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

He realized that men and animals breathe air and are able to live, and reasoned that the air turned into flesh, bone, and blood. Therefore, he went on to reason that air could become wind, clouds, water, earth, and stone. ([12])

"اس نے محسوس کیا کہ آدمی اور جانور ہوا کا سانس لیتے ہیں اور اسی وجہ سے زندہ رہنے کے قابل ہیں اور دلیل پیش کی کہ ہوا، گوشت، ہڈی اور خون میں تبدیل ہوتی ہے اس لئے وہ اس نتیجہ پر پہنچا، کہ ہوا آندھی، بادل، پانی، زمین اور چٹان بن سکتی ہے"۔

فیثاغورث(PYTHAGORAS)کے ہاں تمام کائنات کی تخلیق کا اصل مادہ "عدد" ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ عدد سے مل کر بنی ہے اور اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو اعداد کے اسرار اور رموز کو معلوم کر سکے۔

شہرستانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں :وقال مبدأ الموجودات هو العدد، وهو أول مبدع أبدعه الباري تعالى. فأول العدد هو الواحد، وله اختلاف رأي في أنه هل يدخل في العدد أم لا كما سبق. وميله الأكثر إلى أنه لا يدخل في العدد، فيبتدئ العدد من اثنين ([13])۔"اس نے کہا کہ موجودات کا مبدأ عدد ہے اور یہ سب سے پہلا مخلوق ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ پس پہلا عدد **واحد** ہے۔اس کی رائے میں یہ اختلاف تھا کہ کیا **واحد** بھی عدد ہے یا نہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا اس کا اکثر میلان اس طرف تھا کہ **واحد** عدد نہیں پس وہ عدد کو دو سے شروع کرتا ہے۔

عناصر اربعہ

ایمپیڈوکلز(Empedocles) کے ہاں کائنات عناصر اربعہ سے مرکب ہے۔حقیقت میں کائنات کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، صرف ان عناصر کا ملاپ اور افتراق ہوتا ہے جس سے ہمیں تبدیلی نظر آتی ہے۔اس کے بارے میں **فروسٹ** نے لکھا ہے:

The universe, said he, is composed of four elements or "roots of things": earth, air, fire, and water ([14])

"اس نے کہا کہ کائنات چار عناصر یا تمام چیزوں کی جڑ، سے بنی ہے: زمین، ہوا، آگ اور پانی۔ان عناصر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ صرف ان عناصر کا افتراق اور ملاپ ہوتا ہے جس سے ہمیں تبدیلی نظر آتی ہے۔حقیقت میں کائنات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔اور اس ملاپ اور افتراق کو یہ محبت اور نفرت سے تعبیر کرتا ہے"۔

انیکزاگورس(ANAXAGORAS) کا بھی یہی خیال ہے، لیکن وہ عناصر کی تعداد چار سے زیادہ بتاتا ہے۔چنانچہ اس کے

بارے میں **فروسٹ** نے لکھا ہے:

He reached the conclusion that there must be more than four elements. ([15])

"وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ کہ عناصر چار سے زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ کائنات میں لاکھوں عناصر ہیں۔ گوشت اپنے لاکھوں عناصر سے مل کر بنی ہے۔ اسی طرح ہڈیاں وغیرہ الگ اپنے لاکھوں عناصر سے مل کر بنتی ہے۔ لیکن ایک عنصر دوسرے عنصر سے تبدیل نہیں ہوتا، اس لئے حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں"۔

کائنات کی اصل جو بھی ہو، پانی ہو یا آگ ہو یا ہوا، ایک عنصر ہو یا کئی عناصر ہوں، سب مادہ کی مختلف اشکال ہیں اور یہ فلاسفہ اس مادہ کو ازلی اور ابدی سمجھتے ہیں، جب کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ ازلی و ابدی صرف اللہ کی ذات ہے۔ اللہ نے کائنات کو عدم سے پیدا کیا۔

افلاطون اور خیالی دنیا

افلاطون (Plato) کے ہاں یہ کائنات حقیقی نہیں بلکہ یہ حقیقی کائنات کا ایک عکس ہے اور کائنات حقیقی وہ تصورات اور خیالات ہیں جن کا مہر اس مادہ پر لگایا گیا ہے۔ نیز یہ خیالات اور صورتیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی یعنی ازلی وابدی ہیں۔ اس کے بارے میں **فروسٹ** لکھتے ہیں:

For Plato, the world which we see, touch, and experience through our other senses not real, but is a copy world ([16]).

"افلاطون کے ہاں یہ دنیا جس کو ہم دیکھتے ہیں، چھوتے ہیں اور اپنے دوسرے حواس سے اس کو محسوس کرتے ہیں، حقیقی نہیں، بلکہ عکسی دنیا ہے۔ افلاطون کا یہ نظریہ کائنات کی حقیقت سے انکار کے مترادف ہے، اس کے شاگرد ارسطو نے بھی اس کی مخالفت کی ہے"

افلاطون کا شاگرد ارسطو (Aristotle) اس میدان میں اس کے مخالف نظر آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ایسا نہیں جیسا افلاطون کہتا ہے، کہ یہ دنیا خیالی دنیا کی ایک کاپی ہے۔ یہ دنیا حقیقی ہے اور **مادہ** اور **صورت یا خیال** ایک ہی ہیں، صرف سوچنے میں ان کو الگ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ **فروسٹ** لکھتے ہیں:

Therefore, the world which we experience through our senses is not, as Plato taught, a mere copy of the real world, but is the real world. Here form and matter are one, and neither can be experienced separately. Only by thinking can we separate the two; actually we always find them together ([17]).

''اس لئے یہ دنیا جس کا ہم اپنے حواس سے مشاہدہ کرتے ہیں ایسا نہیں، جیسا کہ افلاطون نے سکھایا ہے، کہ یہ حقیقی دنیا کا ایک عکس ہے بلکہ یہ حقیقی دنیا ہے۔ یہاں **صورت** اور **مادہ** ایک ہی ہیں اور الگ الگ ان کو نہیں دیکھا جا سکتا۔ صرف سوچنے میں ہم ان کو جدا کر سکتے ہیں حقیقت میں ہم ان کو اکٹھا پاتے ہیں۔

۲۔ قدم عالم کا نظریہ

دکتور خالد کبیر علال نے ابن تیمیہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ قدم عالم کا نظریہ سب سے پہلے ارسطو نے پیش کیا ہے۔ وإنما

أرسطو هو أول من عُرف عنه القول بقدم العالم[18]۔ابن قیم جوزی نے بھی ارسطو کے بارے میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے قدم عالم کا خیال اس نے پیش کیا ہے۔أن أول من عرف عنه القول بقدم هذا العالم ارسطو[19]۔

ان تمام افکار کا اگر مجموعی جائزہ لیا جائے تو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان میں سے بعض فلاسفہ کے ہاں عالم کی حقیقت کے بارے میں شدید اختلاف ہے کہ اس کا مادہ اصلی کیا ہے؟۔ بعض کے ہاں پانی ہے، بعض کے ہاں ہوا، بعض کے ہاں آگ ہے اور بعض کے ہاں ایک لا محدود مادہ ہے اور اس مادے کو وہ قدیم تصور کرتے ہیں چاہے اس کا مادہ اصلی پانی ہو، آگ ہو یا ہوا یا اور کوئی لا محدود مادہ ہو۔تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود اس مادے کو کس نے پیدا کیا؟ اگر یہ مادہ مخلوق نہیں اور ہمیشہ سے ہے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کی طرح قدیم ہوگا اور یہ شرک ہے۔اگر یہ مادہ پہلے نہیں تھا اور پھر بعد میں پیدا کیا گیا تو ظاہر ہے کہ قدیم نہیں ہو سکتا، بلکہ مخلوق ہے۔اور قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ ﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾[20]"یہی اوصاف رکھنے والا تمہارا پروردگار ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگران ہے"۔ہر چیز میں خود مادہ بھی شامل ہے تو مادہ کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ہر چیز کو عدم سے وجود میں لایا ہے۔

۳۔ملائکہ عقول کا نام ہے

اس طرح بعض فلاسفہ کے ہاں عقول عشرہ اور ملائکہ ایک ہی چیز ہیں، چنانچہ ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: {لواحة للبشر عليها تسعة عشر، وما جعلنا أصحاب النار إلا ملائكة ...و ما يعلم جنود ربك إلاهو}[21]۔"کہ (وہ جہنم کی آگ) آدمیوں کو جلا دینے والی ہے اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں اور ہم نے دوزخ پر داروغہ فرشتے ہی رکھے ہیں اور ان کی جو گنتی رکھی ہے وہ منکروں کے جانچنے کے لئے ہے۔۔۔اور تیرے رب کے لشکروں کو وہ خود ہی جانتا ہے"۔ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس آیت میں تسعة عشر (انیس) کا عدد آیا ہے، بعض جہلاء اور یونانی فلاسفہ اس سے عقول عشرہ اور نفوس تسعہ مراد لیتے ہیں۔چنانچہ اس نے لکھا ہے: {وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلا هُوَ} أَيْ: مَا يَعْلَمُ عَدَدَهُمْ وَكَثْرَتَهُمْ إِلَّا هُوَ تَعَالَى، لِئَلَّا يَتَوَهَّمَ مُتَوَهِّمٌ أَنَّهُمْ تِسْعَةَ عَشَرَ فَقَطْ، كَمَا قَدْ قَالَهُ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الضَّلَالَةِ وَالْجَهَالَةِ وَمِنَ الْفَلَاسِفَةِ الْيُونَانِيِّينَ. وَمَنْ تَابَعَهُمْ مِنَ الْمِلَّتَيْنِ الَّذِينَ سَمِعُوا هَذِهِ الْآيَةَ، فَأَرَادُوا تَنْزِيلَهَا عَلَى الْعُقُولِ الْعَشَرَةِ وَالنُّفُوسِ التِّسْعَةِ[22]۔"اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی ان کی عدد اور کثرت صرف اللہ کو معلوم ہے تاکہ کوئی وہمی ان ملائکہ کو صرف انیس گمان نہ کرلے، جس طرح جاہل، گمراہ، فلاسفۂ یونان اور دونوں ملتوں میں سے ان کے پیروکاروں نے جب اس آیت کو سنا تو انہوں نے اس سے دس عقول اور نو نفوس مراد لئے"۔

فلاسفہ کی یہ تأویل انتہائی فاسد ہے کیوں کہ یہاں گفتگو ملائکہ کے بارے میں ہو رہی ہے۔وہ نورانی مخلوق ہے اور ازلی یعنی ہمیشہ

سے موجود بھی نہیں، اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور نافرمانی نہیں کرتے اور یہ کہ ان کی تعداد صرف اللہ کو معلوم ہے۔ تو یہاں عقول عشرہ اور نفوس تسعہ کیسے آ گئے؟ حالاں کہ فلاسفہ کے ہاں عقول اور نفوس جواہر ازلیہ قدیمہ ہیں تو ان پر ملائکہ کا اطلاق کیسے کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ ملائکہ کا وجود ازلی اور قدیم نہیں۔

۴۔ صانع عالم کا انکار

دہریین قدیم فلاسفہ کا ایک گروہ ہے وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ کائنات کا کوئی صانع اور مدبر ہے۔ ان کے ہاں دنیا کا نظام خود بخود چلتا ہے کوئی اس کا چلانے والا یا پیدا کرنے والا نہیں اس فرقہ کے مشہور فلاسفہ میں سے ایک تالیس ملیطی ہے۔ مشہور یونانی فلسفی ہیراقلیطس (HERACLITUS) کا بھی یہی خیال ہے کہ کائنات کا یہ نظام کسی صانع کا بنایا ہوا نہیں، چنانچہ **جون بیورنیٹ** اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

This world which is the same for all, no one of gods or men has made; but it was ever, is now and ever shall be- ([23])

"یہ دنیا جو سب کے لئے یکساں ہیں، نہ تو کسی دیوتا کا بنایا ہوا ہے اور نہ ہی انسان کا بلکہ یہ ہمیشہ سے تھا، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا"۔

فروسٹ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

He wrote, this one order of things neither any one of the gods nor of men has made, but it always was, is, and ever shall be ([24]).

ہیراقلیطس نے لکھا ہے کہ چیزوں کی یہ ترتیب نہ تو کسی دیوتا کی بنائی ہوئی ہے اور نہ ہی کسی انسان کی بلکہ یہ ہمیشہ سے تھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ان فلاسفہ کا یہ خیال عقلی لحاظ سے بھی غلط ہے، کیوں کہ ایک چھوٹی سی گھڑی بھی بغیر بنانے والے کے وجود میں نہیں آسکتی تو اتنی بڑی کائنات ایسی منظم انداز میں بغیر صانع کے خود بخود کیسے وجود میں آئی؟

۵۔ معاد جسمانی کا انکار

ارسطو چند مسائل میں تمام ملت اسلامیہ سے اختلاف رکھتا ہے ان میں سے ایک مسئلہ معاد جسمانی کا ہے جس کے تمام مسلمان قائل ہیں، البتہ وہ اس کا منکر ہے۔ جمال الدین قفطی اس کے بارے میں لکھتے ہیں: بقول أرسطوطاليس في ثلاث مسائل خالف فيها كافة الإسلاميين وهو أن الأجساد لا تحشر وإن المثاب والمعاقب هي الأرواح المجردة والعقوبات روحانية لا جسمانية([25])۔ "ارسطو کا قول تین مسائل میں تمام مسلمانوں کے خلاف ہے: ان میں سے (ایک یہ ہے کہ) اجساد کا حشر نہیں ہوگا، (دوسرا یہ کہ) ثواب اور عقاب صرف ارواح کو دیا جائے گا، (تیسرا یہ کہ) جزا و سزا روحانی ہوگی جسمانی نہیں"۔ یہ نظریہ بھی اس لحاظ سے فاسد ہے کہ جزا و سزا کی حکمت کے تقاضے کے خلاف ہے کہ انسان جو روح اور جسم سے مرکب ہے۔ اس کے ایک حصے (روح) پر جزا و سزا کا قانون لاگو ہو اور دوسرا حصہ (جسم) اس قانون سے مبرا ہو۔

۶۔اللہ تعالیٰ کو کلیات کا علم ہے جزئیات کا علم نہیں

اس طرح ارسطو اور اس کے پیروکار کہتے ہیں کہ اللہ کو جزئیات کا علم نہیں صرف کلیات کا علم ہے۔ چنانچہ قفطی لکھتے ہیں: وكتبه في صفة الله عزّ وجلّ بأنه يعلم الكليات دون الجزئيات فهو كفر صريح لأن الله لا يعزب عن علمه مثقال ذرة في السماوات ولا في الأرض(26)۔"کہ اللہ کے اوصاف کے بارے میں ارسطو نے لکھا ہے کہ اس کو کلیات کا علم ہے جزئیات کا نہیں حالاں کہ یہ صریح کفر ہے، کیونکہ اللہ سے آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر کوئی چیز پوشیدہ نہیں"۔ قاضی عبدرب النبی نے بھی ان فلاسفہ کے بارے میں اسی طرح لکھا ہے: ومن تلك قولهم إن الله تعالى يعلم الكليات ولا يعلم الجزئيات وهو أيضا كفر صريح بل الحق أنه لا يعزب عن علمه تعالى مثقال ذرة في السموات ولا في الأرض(27)۔"اور ان میں سے فلاسفہ کا یہ قول بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کلیات کا علم ہے جزئیات کا علم نہیں اور یہ کفر صریح ہے بل کہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں پوشیدہ نہیں ہے"۔

۷۔بعث بعدالموت سے انکار

طبیعیین فلاسفہ جو موجودات کے طبائع اور افعال و خواص سے بحث کرتے ہیں انہوں نے نباتات کے خواص حیوانات کی تشریح، ان کے اعضاء کی ترکیب اور ان کے اثرات کو دریافت کیا، تو صانع عالم کا تو اقرار کیا، اللہ تعالیٰ کو عظیم، فاعل مختار، قادر اور حکیم تو مان لیا، لیکن انسان کو بھی دیگر مخلوقات پر قیاس کیا کہ جس طرح وہ مرنے کے دوبارہ زندہ نہیں ہوں گے اس طرح انسان بھی ہے، چنانچہ قفطی نے لکھا: حكموا بأن الإنسان كسائر الموجودات وأنه يقيم بقدر استمداده ثُمَّ يتحلل ويفني ويذهب كغيره من الموجودات الكائنة لكونه وأنكروا الرجعة في الدار الآخرة والوجودبعد العدم والنشور بعد الفناء(28)۔ "انہوں نے یہ حکم لگایا کہ انسان بھی دوسرے موجودات کی طرح ہے اور یہ اپنے قوت استمداد کے بقدر قائم ہے پھر تحلیل ہو کر فنا ہو جائے گا، جیسا کہ دوسرے موجودات ہیں جو قوت استمدادی کی وجہ سے موجود ہیں۔ اور انہوں نے دار آخرت کی طرف رجوع، عدم (مرنے) کے بعد وجود اور فناء کے بعد دوبارہ اٹھنے سے انکار کیا"۔ یہ نظریہ بھی جزاو سزا کے فطری قانون کے خلاف ہے۔

۸۔عقیدۂ تناسخ

بعض فلاسفہ عقیدۂ تناسخِ ارواح کے بھی قائل ہیں۔ اس عقیدہ کو اواگون اور جونی چکر بھی کہتے ہیں۔ اس عقیدے کے مطابق مرنے کے بعد انسانی روح کسی دوسرے جسم میں منتقل ہوتی ہے اگر اچھے اعمال کئے ہیں تو روح، انسانی جسم میں داخل ہوتی ہے اور اگر برے اعمال کئے ہیں تو روح بندر، شیر، خنزیر یا کتے کے قالب میں ڈال دی جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یونانی فلاسفہ میں سے امبیذوقلیس، دیمقراطیس اور لیوسیپس اس نظریہ کے قائل ہیں: چنانچہ فروسٹ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

Souls, according to EMPEDOCLES, leave one body at its death only to enter another body and continue to live. This is known as the doctrine of the

transmigration of souls........ LEUCEPPUS, DEMOCRTTUS, --- Soul atoms may be scattered, but they enter into other bodies ([29]).

"ایمپیڈوکلز (امبذوقلیس) کے ہاں روح مرنے کے وقت جسم کو صرف اس لئے چھوڑتی ہے تاکہ دوسرے جسم میں داخل ہوں اور اپنی زندگی جاری رکھے۔ اس عقیدہ کو عقیدۂ تناسخ کہتے ہیں۔۔۔لیوسیپس اور ڈیمقریطس۔۔۔روح کے ایٹم تو (مرنے کے بعد) منتشر ہو جاتے ہیں، لیکن یہ دوسرے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں"۔

ایمپیڈوکلز کے بارے میں ڈبلیو۔ ٹی۔ سٹیک بھی یہی لکھتے ہیں:

Empedocles believed in the transmigration of souls ([30]).

"ایمپیڈوکلز تناسخ ارواح کا عقیدہ رکھتا تھا"۔ تناسخ کا یہ نظریہ بھی غیر معقول ہے کیوں کہ ہر حیوان کا ایک ہی روح ہوتا ہے، تناسخ کے دوران اگر روح کسی دوسرے انسان میں داخل ہو تو اس دوسرے انسان میں دو ارواح جمع ہو گئے۔ اگر دوسرے حیوان میں داخل ہو تو اس دوسرے حیوان میں دو روح جمع ہو گئے اور یہ ناممکن ہے۔

۹۔ فاعل بالعلیت

علامہ شہرستانی نے امبذقلیس (۴۹۵-۴۳۵ق،م) کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کائنات کے لئے علت سمجھتے تھے۔ وقال: إن الباري تعالى أبدع الصور لا بنوع إرادة مستأنفة، بل بنوع أنه علة فقط([31])۔ "امبذوقلیس نے کہا کہ باری تعالیٰ نے صورتوں کو کسی جدید (مستقل) ارادہ سے پیدا نہیں کیا، بل کہ وہ صرف علت ہیں"۔ لیکن علت سمجھنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف عیب کی نسبت لازم آتی ہے، کیوں کہ علت سے معلول کا صدور بے اختیار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہیں۔ پلوٹینس کے بارے میں فروسٹ لکھتے ہیں:

Creation, for Plotinus, is a fall from God ([32]).

"کہ پلوٹینس کے ہاں مخلوق اللہ تعالیٰ کی طرف سے **گرنا** ہے۔ اور جو چیز کسی سے گرتی ہے تو وہ بے اختیار گرتی ہے۔ ارسطو کے بارے میں فروسٹ لکھتے ہیں۔ کہ اس نے کہا ہے:

Aristotle: This "God" is the cause of motion, but does not move himself ([33]).

"یہ خدا حرکت کے لئے علت ہے، لیکن خود حرکت نہیں کرتا"۔

مختصر یہ کہ فلاسفہ کے ہاں اللہ تعالیٰ فاعل بالعلیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ علت ہے اور مخلوق معلول ہے اور معلول اپنی علت سے بلا ارادہ صادر ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ سے بلا اختیار و بلا ارادہ پیدا ہوئی ہے لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کی شان میں بہت بڑا عیب ہے جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ مثلاً: رعشہ کے مریض کے ہاتھ بلا اختیار کانپتے ہیں اس میں مریض کا اختیار نہیں ہوتا، بلکہ وہ بے بس ہوتا ہے، تو جیسی یہ بے بسی اس آدمی کے لئے عیب ہے اس طرح مخلوق کا اللہ تعالیٰ کے لئے معلول ہونا بھی عیب ہے۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں اللہ تعالیٰ فاعل بالاختیار ہے، مخلوق کو اپنے اختیار سے پیدا کیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے (ان الله على

کل شیئ قدیر)([34])۔ "بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جو قادر ہوتا ہے وہ بے اختیار نہیں ہوتا"۔

۱۰۔ عقیدۂ حلول

زینوفینز چھٹی صدی قبل مسیح کا ایک فلسفی شاعر ہے۔ جس نے سب سے پہلے کثرت پرستی پر رد کیا اور اس کا تمسخر اڑایا۔ عقیدۂ توحید کی طرف مائل ہوا، لیکن چونکہ وحی کی روشنی ساتھ نہیں تھی اس لئے صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔

بروایت ارسطو (زینوفینز نے کہا ہے) کہ خدا بالکل دنیا ہے۔ جب کہ فروسٹ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

For Xenophanes, God is thought of as the fundamental principle of the universe. God is the world, the whole of living nature. Thus Xenophanes holds to a clear pantheism, a belief that everything in the universe is God, and God is everything in the universe.([35])

"زینوفینز کے ہاں اللہ تعالیٰ کو کائنات کا ایک بنیادی اصول خیال کیا جاتا ہے۔ اللہ دنیا ہے، تمام زندہ اشیاء کا مجموعہ۔ لہٰذا زینوفینز کا نظریہ صاف مظاہر پرستی کا ہے، یعنی یہ عقیدہ کہ ہر چیز کائنات میں خدا ہے اور خدا کائنات کی ہر ایک چیز ہے"۔ نظریہ حلول اس لئے باطل ہے کہ اگر ہر چیز میں اللہ تعالیٰ ہو تو کائنات کی ان چیزوں میں اچھا یا برا، چھوٹا یا بڑا، کمزور اور طاقتور، زندہ اور مردہ، ظالم اور عادل متضاد اوصاف پائے جاتے ہیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ان اوصاف کی نسبت لازم آئے گی اور یہ کفر ہے۔

۱۱۔ عقیدۂ تعطیل

اس عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عقل اول کو پیدا کیا اور فارغ ہوا۔ اب اللہ تعالیٰ کچھ نہیں کرتا معطّل بیٹھا ہے (نعوذ باللہ من ذالک)۔ پھر عقل اول نے عقل دوم کو، عقل دوم نے عقل سوم کو۔۔۔ یہاں تک کہ عقل نہم نے عقل دہم کو پیدا کیا، اسی عقل دہم نے کائنات تخلیق کی اور اب یہی عقل دہم کائنات کا سارا انظام چلاتا ہے۔ عقل دہم کو عقل عاشر اور عقل فعّال بھی کہتے ہیں۔ عقل اول کو فلاسفہ (Divine Wisdom) اصول عقلی یا کلمہ الٰہی کہتے ہیں۔ جب کہ **فیلو** اس کو **لوگوز** کا نام دیتا ہے۔ چنانچہ فروسٹ لکھتے ہیں:

For Philo--- This Logos created the universe and is the intermediary between God and the world. Here God is separated from the world. ([36])

"فیلو کے ہاں اس **لوگوز** نے کائنات کو پیدا کیا اور یہ اللہ اور دنیا کے درمیان واسطہ ہے یہاں اللہ دنیا سے الگ ہوا ہے۔ یہ نظریہ اس لئے باطل ہے کہ اس میں اللہ کی صفات مثلاً: رازق، خالق، مالک، رب، محیی، ممیت وغیرہ سے انکار ہے۔

۱۲۔ عقیدۂ جبر یعنی انسان مجبور ہے

ہیراقلیدس کے ہاں انسان فطرت کے ہاتھوں مجبور ہے۔ کچھ کرنے پر قادر نہیں۔ چنانچہ فروسٹ لکھتے ہیں:

Man is completely subject to this law. At times Heraclitus speaks of this law, or principle, as "Fate" and at other times as Justice. ([37])

"انسان اس قانون (فطرت) کا مکمل غلام ہے۔ہیر اقلیطس کبھی اس قانون یا اصول کو **تقدیر** کا نام دیتا ہے اور کبھی **انصاف** کا نام دیتا ہے ۔اس طرح سٹوئیک (جبر کا عقیدہ رکھنے والے فلسفی زینو کے پیروکار) کے ہاں بھی انسان کو کوئی آزادی حاصل نہیں۔ وہ اپنے افعال میں مجبور ہے۔ چنانچہ فروسٹ لکھتے ہیں:

Man can have no freedom of will in any true sense of the term, the Stoics taught Man is part of this causal chain and all his actions are the result of factors over which he can have no control.([38])

"انسان کسی بھی صحیح مفہوم میں اپنی مرضی کی کوئی آزادی نہیں رکھتا۔ سٹوئیک نے یہی سکھایا ہے کہ آدمی اس اتفاقی زنجیر کا ایک حصہ ہے اور اس کے تمام افعال ان عوامل کا نتیجہ ہے جن پر اس کا کوئی قابو نہیں"۔ یہ نظریہ جزاو سزا، مرنے کے بعد دوبارہ زندگی اور جنت وجہنم سے انکار پر مبنی ہے۔

۱۳۔اچھائی اور برائی

بعض فلاسفہ کے ہاں برائی حقیقت میں برائی نہیں، کیوں کہ دنیا تضادات کا مجموعہ ہے اور تضادات کے ملاوٹ سے تناسب برقرار رہتا ہے۔اس طرح اچھائی اور برائی بھی متضاد ہیں۔ تو تناسب کے لئے اچھائی جتنی ضروری ہے برائی بھی اتنی ہی ضروری ہے۔ چنانچہ ہیر اقلیطس کے بارے میں فروسٹ نے لکھا ہے:

So in the universe harmony results from the combination of opposites ([39])

"اس لئے کائنات میں متضاد چیزوں کی ترکیب کے نتیجہ میں تناسب رہتا ہے"۔اس طرح ان فلاسفہ میں سے بعض کے نزدیک اچھائی اور برائی کا دارومدار آدمی کی اپنی صواب دید پر ہے۔ جس چیز کو وہ برا سمجھے وہی برا ہے اور جس چیز کو وہ اچھا سمجھے وہ اچھا ہے۔ چنانچہ سوفسطائیوں کے بارے میں فروسٹ لکھتے ہیں:

Each one has the right to determine for him what is good and what is evil. ([40])

"ہر آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی لئے فیصلہ کرے کہ اچھائی کون سی ہے اور برائی کون سی ہے"۔ مسلمانوں کے یہ حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے کہ وہ اچھائی اور برائی کا تعین کرے۔

۱۴۔ نظریہ ارتقاء

بعض فلاسفہ نسلِ انسانی میں ارتقاء کی طرف گئے ہیں، مثلاً: **اناکسی مینڈر** جس کو ڈاروین کا پیش رو بھی کہا جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ انسان اصل میں کسی دوسرے نوع کے جانور سے بنا ہے،اس کے بارے میں جون بیورنیٹ نے لکھا ہے:

> Further, he says that originally man was born from animals of another species. His reason is that while other animals quickly find food by themselves, man alone requires a lengthy period of suckling. Hence, had he been originally as he is now, he would never have survived.—Ps.-Plut. Strom. fr. 2 (R. P. ib.).([41]).

"مزید وہ کہتا ہے کہ اصل میں آدمی کسی دوسرے نوع کے جانور سے بنا ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے جانور خود تیزی سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں، جب کہ آدمی کو شیر خواری کی ایک لمبے عرصہ کی ضرورت ہوتی ہے۔اس لئے اگر وہ اصل میں بھی ایسا ہو جیسا کہ اب ہے۔ تو وہ کبھی بھی بچ نہیں سکتا تھا۔اس کے بعد وہ اس بات کی اس طرح وضاحت کرتا ہے کہ پہلا آدمی مچھلیوں کے نوع میں بڑھا اور جب وہ شارک مچھلی کی طرح اپنی دفاع پر قادر ہو گیا تو زمین پر آگیا اور انسان کی یہ شکل اختیار کی"۔

فلاسفہ چونکہ اپنی عقول پر سارا اعتماد کرتے تھے اور عقول میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے الٰہیات کے میدان میں ان کے افکار اور تعلیمات میں بھی بڑا اختلاف رہا۔

نتائج بحث

۱۔یونان ارضِ روم کے چند اماکن کا مجموعہ ہے جس میں بہت سے بستیاں اور شہر شامل ہیں۔ حکماءِ یونانیین کا منشاء و ماٰویٰ یہی وہ سرزمین ہے، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہاں جو چیز یاد کر لی جاتی، وہ کبھی فراموش نہ ہوتی تھی۔

۲۔اہلِ یونان نے اپنی سلطنت کو ایشیائے کوچک (موجودہ ترکی)، جزیرہ صقلیہ، جنوبی اٹلی اور شمالی افریقہ کے کچھ حصوں تک پھیلایا تھا۔

۳۔ایونی مکتب فکر کا سب سے پہلا فلسفی، "تھیلیز" (۶۴۰-۵۴۸ ق م) ہے، جس کا شمار حکماء سبعہ میں سرفہرست ہے۔اس نے سب سے پہلے سورج گرہن کی صحیح پیشن گوئی کی تھی، لیکن وہ صانع عالم کا منکر بھی تھا۔

۴۔ایمپیڈوکلز کے ہاں مادہ غیر فانی ہے۔

۵۔افلاطون اس دنیا کو حقیقی نہیں، بلکہ خیالی دنیا کا عکس قرار دیتا تھا۔

۶۔ارسطو کے ہاں عالم قدیم ہے اور وہ معاد جسمانی کا منکر تھا۔

۷۔بعض فلاسفہ ملائکہ کو عقول سمجھتے تھے۔

۸۔ ہیراقلیطس صانع عالم کا منکر تھا اور انسان کو مجبور سمجھتا تھا۔

۹۔زینوفینز چھٹی صدی قبل مسیح کا فلسفی شاعر اور عقیدہ حلول کا قائل تھا۔

۱۰۔سوفسطائین فلاسفہ کہتے تھے کہ ہر آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے لیے اچھائی اور برائی کا فیصلہ کرے۔یعنی جس چیز کو وہ اچھا کہے تو وہ اچھا ہے اور جس چیز کو برا کہے تو وہ برا ہے۔

۱۱۔اناکسی مینڈر کو ڈاروین کا پیش رو کہا جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ انسان دراصل کسی دوسری نوع کے جانور سے بنا ہے۔

حوالہ جات

[1]۔ دیکھئے: یوسف کرم، تاریخ الفلسفۃ الیونانیۃ، مؤسسہ ہنداوی للتعلیم والثقافۃ، قاہرہ، مصر، ص ۱۳، ۱۴۔

[2]۔ القفطی، جمال الدین أبوالحسن علی بن یوسف بن إبراهیم الشیبانی (متوفی: ۶۴۶ھ) إخبار العلماء بأخبار الحکماء، تحقیق: إبراهیم شمس الدین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط: اول، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء، ص ۲۷، ۲۸۔

[3] . Encyclopedia Britannica, Inc,15th Edition Page 454/5.

[4]۔ سعید احمد پالن پوری، مولانا، معین الفلسفہ، ص ۱۲، مکتبۃ البشریٰ، کراچی، سن ۲۰۱۰ء/۱۴۳۱ھ، ص ۱۵۔

[5]۔ ایضاً۔

[6]۔ گنگوہی، محمد حنیف، مولانا قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون،، دار الاشاعت، کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء، ص ۱۱

[7]۔ احمد امین وزکی نجیب محمود، قصۃ الفلسفۃ الیونانیۃ، طبعہ ثانیہ، قاہرہ مطبعہ دار الکتب المصریہ، ۱۹۳۵ء، ص ۱۶۔

[8]۔ ایضاً، ص ۱۷۔

[9] . S.E. Frost JR, Ph.D. Basic Teachings of the Great Philosophers. PRINTED IN THE UNITED STATES OF AMERICA, FIRST ANCHOR BOOKS EDITION: 1989 page 6.

[10]۔ شہرستانی، محمد بن عبد الکریم (متوفی: ۵۴۸ھ)، الملل والنحل، مؤسسۃ الحلبی، قاہرہ، مصر، ج ۲ ص ۱۲۱۔

[11] . S.E. Frost JR, Ph.D (of.cit).

[12] . S.E. Frost.(of.cit) page 7.

[13]۔ شہرستانی، المرجع السابق، ج ۲ ص ۱۳۴۔

[14] . ibid, page 9

[15] . S.E. Frost.(of.cit),page 9

[16] . ibid, page 10.

[17]. 28.ibid,page 13

[18]۔ خالد کبیر علال، مقاومۃ اہل السنۃ للفلسفۃ الیونانیۃ خلال العصر العباسی، جامعۃ الجزائر، دار المحتسب، بیروت، ۲۰۰۸ ص ۳۱۔ بحوالہ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ۔

[19]۔ ابن قیم جوزی، محمد بن ابی بکر، شمس الدین (متوفی: ۷۵۱ھ)، إغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان، تحقیق: محمد حامد الفقی، مکتبۃ المعارف، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ج ۲ ص ۲۵۹۔

[20]۔ الانعام (۶): ۱۰۲۔

[21]۔ سورۃ المدثر (۷۴): ۲۹ تا ۳۱۔

22۔ ابن کثیر، ابن کثیر، أبو الفداء، اسماعیل بن عمر بن کثیر (متوفی: ۷۷۴ھ) تفسیر ابن کثیر تحقیق: سامی بن محمد سلامۃ، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، ط: دوم، ۱۹۹۹ء،، ج۸ ص ۲۷۰۔

23 . John Burnet's, Early Greek Philosophy, 3rd edition (1920). London: A & C Black. Page9.

24 . S.E. Frost. (of. cit),page 54.

25۔ القفطی، المرجع السابق، ص۴۷۔

26۔ ایضاً۔

27۔ قاضی عبدرب النبی، أحمد نگری، دستور العلماء أو جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون، دار الکتب العلمیہ، لبنان ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، ط: اول، تحقیق: حسن ھانی، ج۲ ص ۳۵۔

28۔ القفطی، المرجع السابق، ص۴۶۔

29 . S.E. Frost. (of.cit), page156.

30 W.T. STACE (of.cit), page 86.

31۔ شہرستانی، المرجع السابق، ج۲ ص ۱۲۷

32 .S.E .Frost.(of.cit)، page 108

33 .ibid, page 106.

34۔ البقرہ(۲):۲۰

35 .S.E. Frost (of.cit), page 103

36 . S.E. Frost.(0f.cit),page 108

37 . S.E. Frost.(of.cit),Page 129

38 . ibid, page 13

39 . ibid, page 81.

40 . ibid, page 83.

41 . John Burnet (of.cit),page 46